سورہ یوسف کی روشنی میں باہمی رقابت کے اخلاقی اصول: ایک تجزیاتی مطالعہ

Ethical Principles of Mutual Rivalry in the Light of Surah Yusuf: An Analytical Study

Dr. Shazia
Assistant Professor, Islamic Studies Department
Govt. College Women University Faisalabad
Email: shaziaadnan@gcwuf.edu.pk
Ayesha Shahnaz
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies
Government College Women University, Faisalabad
Email: ayeshashahnaz05@gmail.com

Abstract
This study, titled “Ethical Principles of Interpersonal Rivalry in the Light of Surah Yusuf: An Analytical Study,” examines the causes, ethical dimensions, and consequences of rivalry in the light of the Qur’anic teachings of Surah Yusuf. The study focuses on jealousy, suspicion, feelings of deprivation, worldly interests, and weakened moral judgment as major causes of destructive rivalry. It also highlights the ethical principles presented through the characters of Prophet Yusuf (peace be upon him) and Prophet Ya‘qub (peace be upon him), particularly patience, God-consciousness, forgiveness, reconciliation, trust in Allah, and positive competition in good deeds. The study concludes that Surah Yusuf provides a comprehensive ethical framework for transforming destructive rivalry into constructive competition and for promoting family harmony, social cooperation, moral development, and peaceful conflict resolution. These Qur’anic principles remain highly relevant to contemporary individual and social life.
Keywords: Surah Yusuf, Interpersonal Rivalry, Ethical Principles, Jealousy, Qur’anic Ethics, Patience, Forgiveness, Reconciliation, Social Harmony, Moral Development

تعارف

اسلام ایک ایسا ضابطۂ حیات ہے جو انسانی زندگی کے انفرادی، خاندانی، معاشرتی اور اجتماعی تمام پہلوؤں کے لیے متوازن اور اخلاقی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ انسانی معاشرے میں باہمی تعلقات کی مضبوطی، اخوت، عدل، تعاون اور خیر خواہی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، کیونکہ انہی اصولوں پر ایک پرامن اور مستحکم معاشرے کی بنیاد قائم

ہوتی ہے۔ اس کے برعکس جب انسان حسد، خود غرضی، برتری کی خواہش اور ذاتی مفادات کو اخلاقی اقدار پر ترجیح دیتا ہے تو باہمی رقابت منفی صورت اختیار کر لیتی ہے، جس کے نتیجے میں نفرت، عداوت، ظلم، انتقام، خاندانی انتشار اور معاشرتی بے چینی جنم لیتی ہے۔ موجودہ دور میں خاندانی، تعلیمی، پیشہ ورانہ، سیاسی اور سماجی میدانوں میں غیر اخلاقی رقابت کے بڑھتے ہوئے رجحانات نے اس موضوع کو نہایت اہم بنا دیا ہے۔

قرآن مجید انسان کی فطرت، نفسیات اور معاشرتی تعلقات کی نہایت گہری اور حقیقت پسندانہ تصویر پیش کرتا ہے۔ قرآن رقابت کو کلیتاً ممنوع قرار نہیں دیتا بلکہ اسے اخلاقی حدود اور الٰہی ہدایات کا پابند بنانے کی تعلیم دیتا ہے تاکہ انسان اپنی صلاحیتوں کو خیر، عدل اور بھلائی کے میدان میں بروئے کار لائے۔ اسی لیے قرآن مجید نے نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی ترغیب دی ہے، جبکہ حسد، ظلم، تکبر اور انتقام پر مبنی رقابت سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ اس اعتبار سے قرآن کا تصورِ رقابت انسانی فطرت اور اخلاقی ذمہ داری کے درمیان ایک متوازن راہ متعین کرتا ہے۔

سورۂ یوسف اس موضوع پر قرآن مجید کی نہایت جامع اور منفرد سورت ہے، جس میں حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے درمیان پیدا ہونے والی رقابت کو ابتدا سے انتہا تک ایک عملی اور تربیتی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سورت میں رقابت کے اسباب، اس کے نفسیاتی محرکات، حسد کے منفی اثرات، آزمائشوں پر صبر، اللہ تعالیٰ پر توکل، عدل، احسان، عفو و درگزر، توبہ اور اصلاحِ نفس جیسے متعدد اخلاقی اصول نہایت مؤثر انداز میں سامنے آتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا کردار اس حقیقت کی بہترین مثال ہے کہ اعلیٰ اخلاق، صبر، حکمت اور معافی کے ذریعے شدید ترین رقابت اور دشمنی کو بھی محبت، اعتماد اور خاندانی یکجہتی میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

عصر حاضر میں خاندانوں کے اندر وراثتی تنازعات، تعلیمی اداروں میں غیر صحت مند مقابلہ، ملازمت اور کاروبار میں غیر اخلاقی مسابقت، سیاسی کشمکش اور سماجی اختلافات اس امر کے متقاضی ہیں کہ قرآن مجید کے پیش کردہ اخلاقی اصولوں کو از سرِ نو سمجھا اور عملی زندگی میں نافذ کیا جائے۔ سورۂ یوسف نہ صرف ایک تاریخی واقعہ بیان کرتی ہے بلکہ ہر دور کے انسان کے لیے ایک دائمی اخلاقی، نفسیاتی اور سماجی رہنمائی بھی فراہم کرتی ہے، جو باہمی رقابت کو تخریب کے بجائے تعمیر، نفرت کے بجائے اخوت اور انتقام کے بجائے عفو و احسان میں تبدیل کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔

زیرِ نظر تحقیق کا مقصد سورۂ یوسف کی روشنی میں باہمی رقابت کے اخلاقی اصولوں کا تجزیاتی مطالعہ کرنا، ان کے قرآنی اور اخلاقی پہلوؤں کو واضح کرنا، کلاسیکی و جدید تفاسیر کی روشنی میں ان کی تشریح پیش کرنا اور عصر حاضر کے سماجی و معاشرتی مسائل کے تناظر میں ان کی عملی افادیت کو اجاگر کرنا ہے۔ امید ہے کہ یہ تحقیق اسلامی

اخلاقیات، قرآنی مطالعات اور سماجی اصلاح کے میدان میں ایک مفید علمی اضافہ ثابت ہو گی اور باہمی تعلقات کی بہتری کے لیے قرآنی رہنمائی کو مؤثر انداز میں پیش کرے گی۔

رقابت کے لغوی معنیٰ

اہلِ لغت کے مطابق "رَقابَت" وسیع المعنیٰ لفظ ہے جو انسان کی نفسیات اور عمومی رویّوں کو بیان کرتا ہے۔ سب سے پہلے ہم عربی، فارسی اور اُردو کی مستند لُغت سے "رَقابت" کے معنیٰ اور مفہوم بیان کریں گے۔

"المنجد" میں ہے:

"الرقبۃ: احتیاط، بچاؤ، نگہبانی، خوف۔"(۱)

عبد الحفیظ بلیاوی "مصباح اللغات" میں رقابت کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"رَقَبَہ: رُقُوْبًا وَرَقُوْبًا و رَقَابَةً ورِقْبَانًا ورِقْبَةً و رَقَبَةٌ "

نگہبانی کرنا، انتظار کرنا، ڈرانا۔"(۲)

"القاموس الجدید" میں رقابت کا معنیٰ:

"رَقَابَتْ: مناقشه، مخاصمه ۔"(۳)

"قائد اللغات" میں ہے:

"رَقابَت: نگہبانی، انتظار، محبت میں شرکت، چشمک، مخالفت۔"(۴)

مولوی فیروز الدین کے نزدیک:

"رَقابَت: مخالفت، چشمک، ہم چشمی، ہمسری، ایک معشوق کے کئی عاشق ہونا، محبت میں شرکت۔"(۵)

رقابت کی تعریف اور اصطلاحی معنیٰ

اہلِ لغت بیان کردہ مفاہیم و معانی پر غور کریں تو یہ بات واضح ہو جاتی کہ اگر رقابت کا معنیٰ انتظار اور نگہبانی کریں تو اس سے اپنے مفادات اور اپنے اہداف پر نظر رکھنا مُراد ہو گا۔

محققین اور اہلِ لغت کے مطابق "رقابت" کا معنی مقابلہ اور ہم چشمی مراد لیا جائے تو یہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے معنیٰ میں آئے گا۔ اگر "رقابت" کو مناقشہ اور مخالفت کے معنوں میں لیا جائے تو یہ جنگ و جدال اور کشیدگی کے معنوں میں استعمال ہو گا۔

اگر "رقابت" محبت میں شراکت کے معنوں میں لیا جائے تو یہ ایک ہی ہدف یا ایک ہی محبوب کو پانے کے کئی دعویدار ہونے کو بیان کرتا ہے

رَقابت کا قُرآنی مفہوم

لفظ "رقابت" قُرآن حکیم میں نہیں آیا۔ مگر اس کا بنیادی مادہ "ر۔ق۔ب" (رَقَبَ) اور اس سے نکلے ہوئے الفاظ کئی آیات میں بیان ہوئے ہیں۔ قرآن حکیم میں اس مادے کا مفہوم "نگہبانی کرنا، گہری نظر رکھنا، اور انتظار کرنا" بیان ہوا ہے۔

قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام "الرقیب" بیان ہوا ہے یعنی وہ ذات جو اپنے بندوں کے تمام اعمال، حرکات اور دلوں کے اسرار پر کامل طور پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ سورۃ النساء میں ہے:

"إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا"(6)

(بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے.)

اللہ تعالیٰ کی نگہبانی کے حوالہ سے سورۃ المائدہ میں بیان ہوا ہے:

"فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ" (7)

(پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگہبان تھا)

باہمی رقابت کا مفہوم

باہمی رقابت سے مراد ایسی نفسیاتی اور سماجی کیفیت ہے جس میں دو یا دو سے زیادہ افراد یا گروہ کسی مشترک مقصد، مقام، منفعت، کامیابی یا برتری کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہیں۔ اس مقابلے میں اگر اخلاقی حدود، عدل، دیانت اور دوسروں کے حقوق کی رعایت موجود ہو تو رقابت مثبت اور تعمیری رہتی ہے، جبکہ اگر اس میں حسد، بغض، دھوکا، ظلم، حق تلفی یا دوسرے کو نقصان پہنچانے کا ارادہ شامل ہو جائے تو یہ منفی اور مذموم رقابت کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے رقابت کی اصل قدر و قیمت اس کے مقصد اور طریقۂ کار سے متعین ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے خیر کے کاموں میں سبقت لے جانے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

"وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ"(7)

(اور ہر ایک کے لیے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ رخ کیے ہوئے ہے، پس نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام انسان کی مسابقتی فطرت کو ختم نہیں کرتا بلکہ اسے مثبت سمت فراہم کرتا ہے۔ اسلامی تصور میں اصل مطلوب یہ ہے کہ انسان دوسروں کو گرانے کے بجائے خود کو بہتر بنائے اور دنیاوی مفادات کے بجائے نیکی، تقویٰ، علم، خدمت اور احسان کے میدان میں سبقت حاصل کرے۔

قرآن وحدیث میں باہمی رقابت کا تصور

اسلامی تعلیمات میں باہمی رقابت کو انسانی فطرت کے ایک ممکنہ رویے کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے، تاہم قرآن وسنت نے اس کی سمت اور حدود متعین کی ہیں۔ اسلام ایسی رقابت کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جو انسان کو خیر، تقویٰ، علم، خدمت اور نیک اعمال میں آگے بڑھنے پر آمادہ کرے، جبکہ حسد، بغض، عداوت، ظلم اور دوسرے کی نعمت کے زوال کی خواہش پر مبنی رقابت کو مذموم قرار دیتا ہے۔ اس اعتبار سے اسلامی تصورِ رقابت محض دوسروں سے آگے بڑھنے کا نام نہیں بلکہ ایک ایسا اخلاقی مقابلہ ہے جس میں مقصدِ زندگی، نیت اور ذرائع تینوں کو شریعت کے تابع رکھا جاتا ہے۔

تقویٰ کو برتری کا حقیقی معیار قرار دینا

قرآن مجید نے انسانی برتری کا معیار مال، خاندان، نسل، قوم یا ظاہری حیثیت کو قرار نہیں دیا بلکہ تقویٰ کو اصل معیار بنایا ہے:

"إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ"(9)

(بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔)

یہ قرآنی اصول باہمی رقابت کے تصور کو ایک بنیادی اخلاقی سمت فراہم کرتا ہے۔ جب انسان یہ سمجھتا ہے کہ حقیقی فضیلت تقویٰ اور کردار میں ہے تو وہ دوسروں کی ظاہری کامیابیوں سے حسد کرنے کے بجائے اپنے اخلاق واعمال کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔ یوں رقابت کا مرکز دوسرے شخص کو شکست دینا نہیں بلکہ اپنے کردار کو بہتر بنانا بن جاتا ہے

حسد اور منفی رقابت کی مذمت

قرآن مجید نے حسد کی کیفیت سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے:

"وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ"(۱۰)

(اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔)

حسد دراصل منفی رقابت کی ایک انتہائی خطرناک شکل ہے۔ اس میں انسان کسی دوسرے کے پاس موجود نعمت، مقام یا کامیابی کو پسند نہیں کرتا اور اس کے زوال کی خواہش پیدا کر لیتا ہے۔ قرآن مجید نے اس کیفیت کو صرف فرد کی ذاتی کمزوری نہیں سمجھا بلکہ اس کے ممکنہ شر سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی، جس سے اس رویے کے اخلاقی اور معاشرتی نقصانات واضح ہوتے ہیں۔

اسی طرح قرآن مجید فرماتا ہے:

"أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ"(۱۱)

(کیا یہ لوگوں سے اس چیز پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے؟)

سورۂ یوسف میں منفی رقابت کی عملی مثال

سورۂ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی کیفیت باہمی رقابت کے منفی پہلو کو سمجھنے کے لیے نہایت اہم ہے۔ انہوں نے اپنے والد کی محبت کے بارے میں کہا:

"لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا"(۱۲)

(یوسف اور اس کا بھائی ہمارے والد کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں۔)

یہ احساس ابتدا میں محض تقابل تھا، لیکن رفتہ رفتہ حسد میں تبدیل ہو گیا۔ پھر انہوں نے حضرت یوسفؑ کو قتل کرنے یا کسی دور جگہ پھینک دینے کی تجویز پیش کی:

"اقْتُلُوا يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا"(۱۳)

(یوسف کو قتل کر دو یا اسے کسی زمین میں پھینک دو۔)

اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب رقابت اخلاقی ضابطے سے آزاد ہو جائے تو وہ حسد، دشمنی اور ظلم کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ سورۂ یوسف اس نفسیاتی سفر کو نہایت واضح انداز میں سامنے لاتی ہے۔

بدگمانی اور رقابت

باہمی رقابت کے فروغ میں بدگمانی بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ"(۱۴)

(اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔)

یہ اصول باہمی رقابت کے حوالے سے نہایت اہم ہے، کیونکہ کسی دوسرے کے ارادے، مقام یا کامیابی کے بارے میں غیر ضروری بدگمانی انسان کے اندر نفرت اور حسد کو پیدا کر سکتی ہے۔ قرآن اس کے بجائے حسنِ ظن، تحقیق اور اخلاقی احتیاط کی تعلیم دیتا ہے۔

ایک دوسرے کے مال اور حقوق پر زیادتی سے ممانعت

اسلامی تصورِ رقابت میں دوسرے کے جائز حق کو پامال کرنا ممنوع ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

"وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ"(۱۵)

(اور آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔)

اس آیت کا اصول معاشی اور پیشہ ورانہ رقابت پر بھی منطبق ہوتا ہے۔ اسلام کسی شخص کو اپنی کامیابی کے لیے دھوکا، فراڈ، خیانت یا دوسرے کے حق کی پامالی کی اجازت نہیں دیتا۔

حدیثِ نبوی ﷺ میں باہمی رقابت کا تصور

رسول اللہ ﷺ نے انسانی تعلقات میں حسد، بغض اور باہمی قطع تعلقی سے سختی سے منع فرمایا۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَدَابَرُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا"(١٦)

(ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو، اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔)

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ اسلامی معاشرت میں ایسی رقابت جو حسد اور بغض پیدا کرے ممنوع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے مقابلے میں اخوت کو بنیادی اخلاقی قدر قرار دیا۔

مؤمن کی باہمی خیر خواہی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ"(١٧)

(تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔)

یہ حدیث باہمی رقابت کے منفی رجحان کی بنیادی نفی کرتی ہے۔ اگر مسلمان اپنے بھائی کے لیے وہی خیر چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے تو حسد، بغض اور دوسرے کی ناکامی کی خواہش کے لیے کوئی جگہ باقی نہیں رہتی۔

باہمی تعلقات میں تعاون اور خیر

اسلام نے اجتماعی زندگی کو باہمی تعاون کے اصول پر قائم کیا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

"وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ"(١٨)

(اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔)

یہ آیت باہمی رقابت کو تعمیری رخ دینے کا جامع اصول فراہم کرتی ہے۔ اگر افراد ایک دوسرے کو پیچھے چھوڑنے کے بجائے خیر کے کاموں میں ایک دوسرے کا معاون بنیں تو رقابت اجتماعی ترقی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

سورۂ یوسف میں باہمی رقابت کے اسباب

سورۂ یوسف میں حضرت یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کے واقعے کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ باہمی رقابت اچانک پیدا نہیں ہوئی بلکہ اس کے پیچھے متعدد نفسیاتی، خاندانی اور اخلاقی عوامل کارفرما تھے۔ قرآن مجید نے ان اسباب کو نہایت حکیمانہ انداز میں بیان کیا ہے۔ اس واقعے میں رقابت ابتدا میں باہمی تقابل کی صورت میں ظاہر ہوئی، پھر حسد، بدگمانی اور احساسِ محرومی کے ذریعے شدت اختیار کرتی گئی اور بالآخر سازش اور ظلم تک جا پہنچی۔

1۔ والد کی محبت میں تفاوت کا احساس

حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کی رقابت کا سب سے نمایاں سبب ان کا یہ احساس تھا کہ حضرت یعقوبؑ یوسفؑ اور ان کے حقیقی بھائی کو ان کے مقابلے میں زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

"إِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ"[۱۹]

(جب انہوں نے کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی ہمارے والد کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں، حالانکہ ہم ایک جماعت ہیں۔ بے شک ہمارے والد کھلی غلطی میں ہیں۔)

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ بھائیوں کے اندر رقابت کی بنیادی تحریک محبت اور توجہ میں عدم مساوات کے احساس سے پیدا ہوئی۔ ان کے نزدیک تعداد اور قوت میں زیادہ ہونے کے باوجود والد کی خصوصی توجہ حضرت یوسفؑ کو حاصل تھی، جسے انہوں نے اپنی محرومی تصور کیا۔

حسد

سورہ یوسف میں مسلمانوں کو باہمی تعلقات میں بہتری کے لیے جن امور کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اُن میں سب سے پہلے حسد کی بات کی گئی ہے۔ حَسد وہ آگ ہے جس میں حاسد خود تو جلتا ہی ہے حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جیسے آگ خشک لکڑیوں کو لیکن یہ آگ محسود پر بھی اثر انداز ہوتی ہے اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حاسدین سے بچنے کے لیے سورۃ الفلق نازل فرمائی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی حسد سے بچنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ حسد کے حوالہ سے امام غزالیؒ لکھتے ہیں:

"اس لیے ضروری ہے کہ انسان حسد سے بچے کیونکہ حسد سے بچے بغیر انسان رضائے رحمٰن حاصل نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسی لیے خبردار کیا ہے کہ شیطانی وسوسوں سے بچو تاکہ فلاح حاصل کر سکو۔ حسد سے انسان پستی کے گہرے غاروں میں جا گرتا ہے اور قُربِ الٰہی کی منزل سے دُور ہو جاتا ہے۔ حسد سے انسانی معاشرہ میں فتنہ انگیزی

ہوتی ہے اور نفرت کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں اس لیے ضروری ہے کہ اخلاقی قدروں کی افزائش اور روحانی ترقی کے لیے حسد جیسی موذی عادت سے بچا جائے۔"(۲۰)

سورہ یوسف میں ہے:

"اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ۔ قَالَ قَآىٕلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَ اَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ"(۲۱)

(یوسف کو مار ڈالو یا کہیں زمین میں پھینک آؤ کہ تمہارے باپ کا منہ صرف تمہاری ہی طرف رہے اور اس کے بعد پھر نیک ہو جانا۔ ان میں ایک کہنے والا بولا یوسف کو مارو نہیں اور اسے اندھے کنویں میں ڈال دو کہ کوئی راہ چلتا اسے آکر لے جائے اگر تمہیں کرنا ہے۔)

حسد کی آگ میں اندھے ہو کر بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو راستے سے ہٹانے کا منصوبہ بنایا تاکہ والد کی پوری توجہ صرف انہیں حاصل ہو سکے۔ انہوں نے گناہ کے لیے یہ خود ساختہ جواز تراشا کہ یوسفؑ سے نجات پا کر وہ بعد میں توبہ کر کے "نیک" بن جائیں گے۔ ایک بھائی کی مداخلت پر قتل کا ارادہ ترک کر کے انہیں کنویں میں پھینک دیا گیا، تاکہ کوئی قافلہ انہیں ساتھ لے جائے اور وہ ہمیشہ کے لیے جدا ہو جائیں۔

غلط فہمی اور بد گمانی

سورۂ یوسف میں باہمی رقابت کے اسباب کا جائزہ لیا جائے تو غلط فہمی اور بد گمانی ایک اہم نفسیاتی سبب کے طور پر سامنے آتی ہے۔ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے اپنے والد حضرت یعقوبؑ کے رویے اور حضرت یوسفؑ سے ان کی محبت کو درست تناظر میں سمجھنے کے بجائے اپنے ذاتی احساسات اور تقابلی سوچ کی بنیاد پر ایک منفی نتیجہ اخذ کر لیا۔ یہی غلط فہمی رفتہ رفتہ بد گمانی میں تبدیل ہوئی اور بالآخر باہمی رقابت کو دشمنی اور ظلم تک لے گئی۔

قرآن مجید ان کے اس تصور کو یوں بیان کرتا ہے:

"إِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ"(۲۲)

(جب انہوں نے کہا: یوسف اور اس کا بھائی ہمارے والد کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں، حالانکہ ہم ایک جماعت ہیں، بے شک ہمارے والد کھلی غلطی میں ہیں۔)

اس آیت میں بھائیوں کے ذہنی رویے کے دو پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔ پہلا یہ کہ انہوں نے محبت میں تفاوت کو اپنے خلاف ناانصافی سمجھ لیا، اور دوسرا یہ کہ انہوں نے اس مفروضے کی بنیاد پر اپنے والد کے بارے میں سخت رائے قائم کر لی۔ ان کے الفاظ "إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ" اس بد گمانی کی شدت کو ظاہر کرتے ہیں۔

شیطانی وسوسہ اور اخلاقی بصیرت کا کمزور ہونا

سورۂ یوسف میں باہمی رقابت کے اسباب کا جائزہ لیتے ہوئے شیطانی وسوسہ اور اخلاقی بصیرت کا کمزور ہونا نہایت اہم عوامل کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ قرآن مجید نے اگرچہ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کے ابتدائی عمل کی تفصیلی نفسیاتی کیفیت کو براہِ راست "شیطانی وسوسہ" قرار نہیں دیا، لیکن بعد میں حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کے ماضی کے واقعے کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ شیطان نے ان کے درمیان فساد پیدا کیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان انسان کے اندر موجود حسد، غصہ، احساسِ محرومی اور رقابت جیسے جذبات کو بھڑکا کر باہمی تعلقات میں فساد پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

حضرت یوسفؑ اپنے بھائیوں کو ماضی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مِن بَعْدِ أَن نَّزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي"[۲۳]

(اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈال دیا تھا۔)

لفظ "نَزَغَ" میں شیطان کی طرف سے فساد انگیزی، اشتعال اور تعلقات میں بگاڑ پیدا کرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کے جرم کو یاد رکھتے ہوئے بھی انہیں مستقل دشمن نہیں سمجھا بلکہ اس واقعے کو شیطانی مداخلت اور انسانی کمزوری کے تناظر میں دیکھا۔ یہ خود حضرت یوسفؑ کی غیر معمولی اخلاقی بصیرت اور عفو و درگزر کی علامت ہے۔

دنیاوی و خاندانی مفادات کا تصور

سورۂ یوسف میں باہمی رقابت کے اسباب کا مطالعہ کرتے ہوئے دنیاوی اور خاندانی مفادات کا تصور ایک اہم پہلو کے طور پر سامنے آتا ہے۔ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کی رقابت صرف محبت اور توجہ کے احساسِ تفاوت تک محدود نہیں رہی بلکہ انہوں نے اپنے خاندانی مقام، والد کی خصوصی توجہ اور مستقبل کے مفادات کو بھی اس رقابت سے وابستہ کر لیا۔ جب انسان کسی شخص کو اپنے مفادات، مقام یا مطلوبہ حیثیت کے حصول میں رکاوٹ سمجھنے لگتا ہے تو معمولی تقابل بھی شدید رقابت اور مخالفت میں تبدیل ہو سکتا ہے۔

بھائیوں نے کہا:

"وَنَحْنُ عُصْبَةٌ"

(ہم تو ایک مضبوط جماعت ہیں۔)

اس جملے سے ان کے اندر موجود اجتماعی طاقت اور خاندانی حیثیت کے احساس کا اظہار ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک تعداد میں زیادہ ہونا انہیں زیادہ توجہ اور اہمیت کا مستحق بناتا تھا۔ لیکن جب انہیں محسوس ہوا کہ اس کے باوجود حضرت یوسفؑ والد کی محبت میں ان پر سبقت لے گئے ہیں تو ان کے اندر احساسِ محرومی پیدا ہوا۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی انسان اپنی تعداد، طاقت، سماجی حیثیت یا خاندانی مقام کو اپنی قدر و منزلت کا بنیادی معیار سمجھ لیتا ہے، جبکہ قرآن کی تعلیم اس کے برعکس ہے۔

سورہ یوسف کی روشنی میں باہمی رقابت کے اخلاقی اصول

سورۂ یوسف کا مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ باہمی رقابت انسانی زندگی کا ایک ایسا جذبہ ہے جو اگر اخلاقی حدود کے اندر رہے تو تعمیری مسابقت کا ذریعہ بن سکتا ہے، لیکن اگر اس میں حسد، بغض، خود غرضی اور دوسرے کو نقصان پہنچانے کا جذبہ شامل ہو جائے تو یہ خاندانی اور معاشرتی فساد کا سبب بن جاتا ہے۔ حضرت یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کا واقعہ اس حوالے سے ایک جامع قرآنی نمونہ پیش کرتا ہے۔ اس واقعے میں منفی رقابت کے اسباب اور نتائج کے ساتھ ساتھ اس کے تدارک کے لیے متعدد اخلاقی اصول بھی سامنے آتے ہیں۔

صبر و استقامت

صبر وستقامت کے حوالہ سے اِس سورہ مبارکہ میں عظیم درس موجود ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یُوسف علیہ السلام کو جن کٹھن امتحانات سے گذرنا پڑا اُس کی تفصیلات ذکر کی گئی ہیں دونوں ذوات نے ہر طرح کے حالات کو صبر واِستقامت سے برداشت کیا۔ جب حضرت یُوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جھوٹ بولا اور حضرت یُوسف علیہ السلام کے حوالہ سے فریب کاری کی تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو جواب دیا اُسے قُرآن پاک میں یُوں بیان کیا گیا۔

”قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ“[۲۳]

(آپ نے فرمایا(غلط کہتے ہو یوں نہیں) بلکہ آراستہ کر کے دِکھایا۔ تمہیں تمہارے نفسوں نے اس (سنگین جرم) کو (اس جانکاہ حادثہ پر) میں صبر جمیل کروں گا اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگوں گا اس پر جو تم بیان کرتے ہو۔)

حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہی سبق دیا کہ بڑی سے بڑی مصیبت پر مومنِ صادق کے لیے ضروری ہے کہ وہ صبر و استقامت سے کام لے اور شکوہ و شکایت نہ کرے اور بے صبری کا مظاہرہ نہ کرے۔ تفسیر ضیاء القرآن میں ہے:

''حضرت یعقوب علیہ السلام کی جلالتِ شان اور مقامِ نبی کو یہی زیبا تھا کہ وہ دامن صبر کو مضبوطی سے تھام لیں اور کسی ایسی حرکت کا اِرتکاب نہ کریں جو عام لوگوں سے ایسے موقعوں پر سرزد ہوتی ہے۔''(۲۵)

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو صبر کا بار بار حکم اِرشاد فرمایا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے اس واقعہ میں بھی صبر کی اہمیت کو اُجاگر کیا گیا ہے، جو لوگ ذرا سی بات پر دامنِ صبر چھوڑ دیتے ہیں اُنہیں دیکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرّبین کو کِن حالات سے گزرنا پڑا۔ باپ سے بیٹے کو جُدا ہونا پڑا اور بیٹے کو باپ سے لیکن دونوں نے اللہ کی رضا کو محبوب جانا اور اپنے تمام معاملات کو اُس مالکِ حقیقی کے سپرد کر دیا جو مدبّر الامور ہے۔ جو مستعانِ حقیقی ہے جس کی اِمداد و نُصرت سے ہی سخت حالات سے خلاصی حاصل ہو سکتی ہے۔

تقویٰ و خوفِ خُدا

سورہ یُوسف میں تقویٰ، خوفِ خُدا کے واضح پیغامات ملتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ یُوسف میں کئی مقامات پر اس بات سے آگاہ کیا ہے کہ مومن کے لیے ضروری ہے کہ ہر آن اللہ تعالیٰ کو اپنا نگران و نگہبان متصوّر کرے۔ ہر آن اُس کے احکامات کے تابع رہے۔ نفس کے حملوں سے بچتا رہے۔ سورہ یُوسف میں شیطانی وسوسوں سے بچنے کے لیے پناہ کا حکم ہے ابلیس انسان کا کُھلا دُشمن ہے اس لیے وہ ہمہ وقت اس کے ساتھ دُشمنی پر تُلا رہتا ہے اس لیے ہمیشہ اللہ کی پناہ طلب کرنا بہت اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ سینے میں چھُپے رازوں سے بھی واقف ہے۔ اُس کی ذات سے کچھ بھی مخفی نہیں اس لیے حکم فرمایا کہ:

''قَالَ مَعَاذَ اللهِ اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ۔اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ''(٢٦)

(خُدا کی پناہ وہ عزیز تو میرا رب یعنی پرورش کرنے والا ہے اس نے مجھے اچھی طرح رکھا بیشک ظالموں کا بھلا نہیں ہوتا۔)

ہر لمحہ بندے کا محافظ وہی خالق و مالک ہے اللہ ہر وقت انسان کا نگران ہے اس کے ساتھ رہتا ہے۔ بندے کی ضروریات کو جانتا ہے اس کی فریاد سنتا ہے تو لازم ہے کہ بندہ اپنے نگہبان کو کبھی ناراض نہ کرے اُس کی محبّت و عنایات کو دیکھتے ہوئے افعالِ بد سے بچے جیسا کہ حضرت یُوسف علیہ السلام نے کیا کہ جب مجھے فتنہ نے گھیرے لیا ہے تو فوراً اللہ تعالیٰ کو مدد کے لیے پُکارا اور اللہ کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئے کہ یا اللہ مجھے اس گُناہ سے بچالے۔

تفسیر معارف القرآن میں ہے:

''معلوم ہوا کہ تقویٰ یعنی گناہوں سے بچنا اور تکلیفوں پر صبر و ثبات قدم، یہ دو صفتیں ایسی ہیں جو انسان کو ہر بلا و مصیبت سے نکال دیتی ہیں۔ قرآن کریم نے بہت سے مواقع میں انہی دو صفتوں پر انسان کی فلاح و کامیابی کا مدار رکھا ہے۔''(۲۷)

صبر و تقویٰ کے حوالہ سے ارشادِ ربانی ہے:

"وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا"(۲۸)

(اگر تم نے صبر و تقویٰ اختیار کرلیا تو دشمنوں کی مخالفانہ تدبیریں تمہیں کوئی گزند اور تکلیف نہ پہنچا سکیں گی۔)

عفو و درگزر

سورہ یُوسف میں بہت سے مقامات پر حضرت یُوسف علیہ السلام کے عفو و درگزر کا ذکر ہے۔ عفو و درگزر اللہ تعالیٰ کے نزدیک مستحسن عمل ہے۔ اہلِ ایمان کو یہی پیغام ہے کہ اگر کوئی آپ سے زیادتی کا مرتکب ہو رہا ہے تو آپ صبر کے ساتھ ساتھ عفو و درگزر سے کام لیں گے تو جلد یا بدیر اس کے آپ کے حق میں اچھے نتائج ظاہر ہوں گے اور زیادتی کرنے والے کو اپنے رویہ پر ضرور ندامت ہو گی۔ حضرت یُوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو جب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں خاص عز و وقار عطا فرمایا تو اُن کی گردنیں شرم سے جھک گئیں اور اُن کے اعترافِ جُرم کو قرآن میں بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے:

"قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ اِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ"(۲۹)

(انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! بیشک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور بیشک ہم خطاکار تھے۔)

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں مولانا عبد الحیٔ فاروقی لکھتے ہیں:

"بھائی حضرت یُوسف علیہ السلام کے سامنے کچھ نہیں کہہ سکتے شرم سے سر جھکا لیتے ہیں۔ اپنے خطاکار اور قصوروار ہونے کا اعتراف کرتے ہیں اور قسم کھا کر اپنے یقین کا اظہار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے تجھے ہی پسند کیا اور اپنے انعام و اکرام سے مالامال فرمایا۔"(۳۰)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قَالُوْا يٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِئِيْنَ"(۳۱)

(بیٹوں نے کہا: اے ہمارے باپ! ہمارے گناہوں کی معافی مانگیے، بیشک ہم خطاکار ہیں۔)

مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرِ قرآن حافظ عماد الدین ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"برادرانِ یوسف کی کوتاہیاں جب منظرِ عام پر آچکیں۔ یوسف علیہ السلام کا مقام و منصب اور معجزات بھی ظاہر ہو گئے تو بھائیوں نے والد گرامی کے حضور عرض کی بولے اے ہمارے ماں باپ ہمارے گناہوں کی معافی مانگیے بے شک ہم خطاوار ہیں۔ انہوں نے والد گرامی سے مطالبہ کیا کہ ہم سے آپ کے ساتھ اور آپ کے فرزندوں کے ساتھ جو تقصیر سرزد ہوئی اس کا اعتراف کرتے ہیں آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے مغفرت و بخشش طلب کیجئے، جب ان کی نیتوں میں توبہ کرنے کا عزم و ارادہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں توفیق بھی مرحمت فرمادی۔"(۳۲)

والد گرامی نے ان کی درخواست کو قبول فرمالیا کہا:

"قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ"(۳۳)

(فرمایا: عنقریب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا، بیشک وہی بخشنے والا، مہربان ہے۔)

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو ظرف بھی خاص عطا فرماتا ہے۔ حضرت یُوسف علیہ السلام نے عفو و درگذر کا جو مظاہرہ فرمایا۔ یہ مومنوں کے لیے پیغام بھی ہے اور درس بھی، حضرت یُوسف علیہ السلام نے اپنی ذات پر ہونے والے ظُلم وجور پر بھائیوں کو مطعون نہیں کیا بلکہ اُن کی زیادتیوں کو شیطان کی طرف منسوب کر دیا کہ میرے بھائی تو اچھے تھے یہ شیطان کے جال میں پھنس گئے تھے۔ معارف القرآن میں ہے:

"بھائیوں کا ظُلم وجور سو اس کو بھی شیطان کے حوالہ کر کے اس طرح بے باق کر دیا کہ میرے بھائی تو ایسے نہ تھے جو یہ کام کرتے، شیطان نے ان کو دھوکہ میں ڈال کر فساد کرا دیا۔"(۳۴)

ہمیں بھی چاہیے کہ قُرآن کے پیغامِ عفو ورواداری کو اپنی زندگیوں کا حصّہ بنائیں اور اگر اعزہ واقارب سے زیادتی ہو جائے تو بدلہ لینے کی بجائے عفو ودرگزر سے کام لیں تاکہ معاشرہ میں بگاڑ سے بچ سکیں۔

حافظ صلاح الدین یُوسف لکھتے ہیں:

"حضرت یُوسف علیہ السلام نے بھی پیغمبرانہ عفو ودرگزر سے کام لیتے ہوئے فرمادیا کہ جو ہوا، سو ہوا۔ آج تمہیں کوئی سرزنش اور ملامت نہیں کی جائے۔ فتح مکہ والے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی مکہ کے اِن کفار اور سرداراِن قریش کو، جو آپ کے خون کے پیاسے تھے اور آپ کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچائی تھیں، یہی الفاظ ارشاد فرما کر انہیں معاف فرمادیا تھا۔"(۳۵)

دعوتِ توحید

سورہ یوسف میں حکمت کے ساتھ دعوتِ دین کا پیغام دیا گیا ہے۔ حضرت یُوسف علیہ السلام قید خانہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے زنداں کے ساتھیوں سے مشفقانہ برتاؤ کرتے تھے اس لیے دیگر قیدی آپ کے حُسنِ اخلاق سے متاثر ہو جاتے تھے اور آپ کی بات کو توجّہ سے سُنتے آپ اُن کو توحید آشنا کرتے جس کی اُنہیں خبر نہ تھی۔ حضرت یُوسف علیہ السلام کے قول و عمل سے یہ ثابت ہوا کہ تبلیغ واشاعتِ دین کے لیے ہر جگہ اور ہر وقت مُستعد رہنا بہت اہم ہے، تفسیر معارف القرآن میں ہے:

"تبلیغ وارشاد کا ایک اہم اُصول یہ بتایا گیا کہ داعی اور مصلح کا فرض ہے کہ ہر وقت ہر حال میں اپنے وظیفہء دعوت و تبلیغ کو سب کاموں سے مقدّم رکھے، کوئی اس کے پاس کسی کام کے لیے آئے وہ اپنے اصلی کام کو نہ بھولے

جیسے حضرت یُوسف علیہ السلام کے پاس قیدی تعبیر خواب کے جواب سے پہلے دعوت و تبلیغ کے ذریعہ ان کو رُشد و ہدایت کا تحفہ عطا کیا۔"(۳۶)

حضرت یُوسف علیہ السلام نے قیدیوں سے فرمایا کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اُس کی توحید کا اقرار کرو پھر اپنا تعارف کروایا۔

"وَ اتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ"(۳۷)

(اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کا دین اختیار کیا، ہمیں نہیں پہنچتا کہ کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائیں یہ اللہ تعالیٰ کا ایک فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔)

بھائی چارہ

فرمان ہے:

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ"(۳۸)

(مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔)

اسلام میں مومنوں کو باہمی رواداری کا حکم دیا گیا ہے تاکہ معاشرہ میں تقسیم سے بچا جاسکے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں بھائیوں کی بھائیوں کے ساتھ غیر اخلاقی رویوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس پہلو کو اُجاگر کیا ہے کہ انسان اگر خود غرض ہو جائے تو وہ قریبی رشتوں کو بھی نظر انداز کر دیتا ہے۔ اس سے وقتی فوائد کا حصول ممکن ہے لیکن دائمی نقصانات کا خطرہ شدید ہے اس لیے مومنوں کو ہر حال میں بھائی چارہ قائم رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اگر آپس میں اختلافِ رائے بھی ہو تو انسان کو چاہیے کہ خود کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کا پابند بنائے اور معاملات کو بہتر انداز میں حل کرنے کی کوشش کرے۔ اکثر اوقات دیکھا گیا ہے کہ لوگ اپنے معاملات کو اپنی طبعی شدت کی وجہ سے بگاڑ لیتے ہیں اور بعض اوقات معاملات قتل وغارت تک پہنچ جاتے ہیں۔

سورہ یُوسف میں اللہ کے دو پیغمبروں حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے ایسے ہی معاملات کو بیان کیا گیا ان صاحبانِ عزیمت نے ہر حال میں خود پر قابو رکھا اور عفو ودر گزر سے کام لے کر رشتوں کی حُرمت قائم رکھی اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر گئے۔ آج کے دور میں بھی اِنہی نفوسِ قُدسیہ کے اُسوہ کو اپنانے کی ضرورت ہے تاکہ اللہ تعالیٰ خوش ہو جائے اور روحانی بالیدگی کا سامان ہو سکے۔

عصرِ حاضر میں سورۂ یوسف کے اخلاقی اصولوں کی عملی افادیت

سورۂ یوسف محض ایک تاریخی واقعے کا بیان نہیں بلکہ انسانی زندگی کے مختلف اخلاقی، نفسیاتی، خاندانی اور معاشرتی مسائل کے لیے جامع رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ خصوصاً باہمی رقابت، حسد، احساسِ محرومی، بدگمانی، انتقام، صبر، عفو ودرگزر اور تعلقات کی بحالی کے حوالے سے اس سورت میں ایسے اصول موجود ہیں جو عصرِ حاضر کے پیچیدہ معاشرتی حالات میں نہایت مؤثر رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ موجودہ دور میں افراد، خاندانوں، تعلیمی اداروں، کاروباری اداروں اور معاشرتی گروہوں کے درمیان مسابقت اور رقابت میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ایسے ماحول میں سورۂ یوسف کے اخلاقی اصول منفی رقابت کو مثبت اور تعمیری مسابقت میں تبدیل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

حسد کے خاتمے اور مثبت مسابقت کا فروغ

عصر حاضر میں انسان دوسروں کی کامیابی، دولت، عہدے، شہرت، علمی مقام اور سماجی حیثیت سے اپنا موازنہ کرتا ہے۔ سوشل میڈیا نے اس تقابل کو مزید بڑھا دیا ہے۔ دوسروں کی کامیابی دیکھ کر بعض افراد میں احساسِ محرومی اور حسد پیدا ہوتا ہے۔

سورۂ یوسف کا واقعہ اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ دوسروں کی فضیلت کو اپنی محرومی سمجھنا باہمی رقابت کو منفی بنا دیتا ہے۔ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے بھی یہی رویہ اختیار کیا:

"لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا"(۳۹)

(یوسف اور اس کا بھائی ہمارے والد کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں۔)

عصر حاضر میں اس اصول کی عملی افادیت یہ ہے کہ انسان دوسروں کی کامیابی کو حسد کی نظر سے دیکھنے کے بجائے اسے اپنی اصلاح اور ترقی کے لیے محرک بنائے۔ اس طرح رقابت دشمنی کے بجائے مثبت مسابقت میں تبدیل ہو سکتی ہے۔

خاندانی تعلقات کے استحکام میں کردار

موجودہ دور میں وراثت، جائیداد، والدین کی محبت، کاروباری مفادات اور اولاد کے درمیان ترجیحات جیسے مسائل خاندانوں میں اختلاف اور قطع رحمی کا سبب بنتے ہیں۔ سورۂ یوسف کا واقعہ واضح کرتا ہے کہ حسد اور رقابت اگر قابو سے باہر ہو جائیں تو پورا خاندان متاثر ہو سکتا ہے۔

حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کی رقابت نے والدین کو شدید غم پہنچایا اور خاندان طویل عرصے تک جدائی کا شکار رہا۔ اس کے مقابلے میں آخر کار حضرت یوسفؑ نے فرمایا:

”لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ“[۴۰] (آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔)

اس اصول کی روشنی میں عصر حاضر کے خاندانی تنازعات میں معافی، درگزر، صلہ رحمی اور تعلقات کی بحالی کو ترجیح دی جاسکتی ہے۔

بدگمانی کے بجائے حسنِ ظن

آج کے دور میں غلط فہمی اور بدگمانی باہمی تعلقات کو خراب کرنے والے اہم عوامل ہیں۔ سوشل میڈیا، نامکمل معلومات اور افواہوں کی وجہ سے لوگ دوسروں کے بارے میں فوری رائے قائم کر لیتے ہیں۔

قرآن مجید فرماتا ہے: ”اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ“[۴۱]

(بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔)

اس اصول کی عملی افادیت یہ ہے کہ کسی فرد کے بارے میں بغیر تحقیق کے منفی رائے قائم نہ کی جائے۔ خاندانی، تعلیمی اور پیشہ ورانہ اختلافات میں براہِ راست گفتگو، تحقیق اور حسنِ ظن کو اختیار کیا جائے۔

پیشہ ورانہ زندگی میں اخلاقی مسابقت

ملازمت اور کاروبار کے میدان میں عہدہ، ترقی، شہرت اور مالی فوائد کے حصول کے لیے مسابقت عام ہے۔ اگر یہ مسابقت اخلاقی حدود سے تجاوز کرے تو حسد، سازش، غیبت، حق تلفی اور دوسروں کو نقصان پہنچانے جیسے رویے پیدا ہو سکتے ہیں۔

سورۂ یوسف یہ سبق دیتی ہے کہ کامیابی کے لیے کردار، دیانت، صبر اور صلاحیت کو بنیاد بنایا جائے۔ حضرت یوسفؑ نے اپنی صلاحیت اور امانت داری کے ذریعے مقام حاصل کیا، نہ کہ دوسروں کو نقصان پہنچا کر۔

”إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ“[۴۲] (بے شک میں حفاظت کرنے والا اور علم رکھنے والا ہوں۔)

یہ اصول عصر حاضر کی پیشہ ورانہ زندگی میں میرٹ، اہلیت، امانت اور ذمہ داری کی اہمیت اجاگر کرتا ہے۔

قیادت اور انتظامی امور میں اخلاقی اصول

حضرت یوسفؑ کا کردار قیادت کے لیے بھی ایک اہم نمونہ فراہم کرتا ہے۔ انہوں نے مشکل معاشی بحران کے دوران منصوبہ بندی کی، وسائل کا انتظام کیا اور عوامی مفاد کو ترجیح دی۔

ان کا طرزِ عمل یہ سکھاتا ہے کہ قیادت صرف اختیار کا نام نہیں بلکہ امانت، منصوبہ بندی، صلاحیت اور اجتماعی مفاد کی حفاظت کا نام ہے۔

عصر حاضر کے حکومتی، تعلیمی اور انتظامی اداروں میں اگر یہ اصول اپنائے جائیں تو ذاتی مفاد اور گروہی رقابت کے بجائے اجتماعی فلاح کو ترجیح دی جاسکتی ہے۔

سوشل میڈیا کے دور میں اخلاقی اصولوں کی ضرورت

سوشل میڈیا نے انسانوں کے درمیان مقابلے کو نمایاں کر دیا ہے۔ لوگ اپنی زندگی، کامیابی، دولت، تعلیم اور سماجی حیثیت کا دوسروں سے موازنہ کرتے ہیں۔ اس سے احساسِ کمتری، حسد اور منفی رقابت پیدا ہو سکتی ہے۔

سورۂ یوسف کا اخلاقی پیغام اس صورت حال میں یہ ہے کہ انسان اپنی قدر و منزلت کو دوسروں سے تقابل کے بجائے اپنے کردار، صلاحیت اور تقویٰ سے وابستہ کرے۔ قرآن کا اصول ہے: "إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ"(۴۳) (بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔)

بحرانوں میں صبر اور مثبت رویہ

سورۂ یوسف میں صبر اور مثبت رویہ کو انسانی زندگی کے بحرانوں سے نمٹنے کے لیے بنیادی اخلاقی اصول کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کی زندگی میں مسلسل آزمائشیں آئیں، لیکن انہوں نے مشکلات کے باوجود اللہ تعالیٰ پر اعتماد، امید، صبر اور درست طرزِ عمل کو اختیار کیا۔ اس اعتبار سے سورۂ یوسف کا واقعہ عصر حاضر کے فرد کے لیے یہ رہنمائی فراہم کرتا ہے کہ بحران خواہ خاندانی ہو، معاشرتی ہو یا معاشی، جذباتی ردِ عمل کے بجائے صبر، تدبر اور مثبت جدوجہد سے اس کا سامنا کرنا چاہیے۔

حضرت یعقوبؑ کا کردار مشکل حالات میں صبر کی بہترین مثال ہے:

"فَصَبْرٌ جَمِيلٌ"(۴۴) (پس خوبصورت صبر ہی مناسب ہے۔)

یہ اصول انسان کو بحران میں جذباتی انتقام، مایوسی اور جلد بازی کے بجائے صبر، امید اور مثبت جدوجہد اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔

خلاصۂ کلام

زیر نظر مقالہ "سورۂ یوسف کی روشنی میں باہمی رقابت کے اخلاقی اصول: ایک تجزیاتی مطالعہ" میں باہمی رقابت کے مفہوم، اس کے محرکات، منفی نتائج اور اس کے اخلاقی تدارک کے لیے قرآنِ مجید کی فراہم کردہ رہنمائی کا بالخصوص سورۂ یوسف کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ تحقیق سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ باہمی رقابت انسانی فطرت کا ایک اہم نفسیاتی و سماجی پہلو ہے، تاہم جب یہ رقابت حسد، بغض، احساسِ محرومی، بدگمانی، خود غرضی اور ذاتی مفادات کے تابع ہو جائے تو فرد کے اخلاقی کردار اور معاشرتی تعلقات دونوں کے لیے نقصان دہ

ثابت ہوتی ہے۔ اس کے برعکس اگر رقابت کو نیکی، علمی ترقی، خدمتِ خلق اور مثبت مسابقت کے دائرے میں رکھا جائے تو یہ انسانی ترقی اور اجتماعی فلاح کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

سورۂ یوسف کے واقعاتی اور اخلاقی تجزیے سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کے اندر پیدا ہونے والی رقابت کے پسِ پشت متعدد عوامل کارفرما تھے۔ ان میں والد کی محبت میں تفاوت کا احساس، احساسِ محرومی، باہمی تقابل، حسد، بدگمانی، خاندانی مقام کے حصول کی خواہش اور ذاتی مفادات کا تحفظ نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ان منفی جذبات نے رفتہ رفتہ ان کی اخلاقی بصیرت کو متاثر کیا، یہاں تک کہ انہوں نے حضرت یوسفؑ کو اپنے راستے سے ہٹانے کا منصوبہ بنایا۔ اس واقعے سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ جب انسان اپنی خواہشات اور مفادات کو اخلاقی اقدار پر مقدم کر دیتا ہے تو معمولی رقابت بھی ظلم، قطع رحمی اور خاندانی انتشار کا سبب بن سکتی ہے۔

تحقیق سے یہ بھی واضح ہوا کہ سورۂ یوسف صرف باہمی رقابت کے اسباب اور اس کے منفی نتائج کی نشاندہی نہیں کرتی بلکہ اس کے تدارک کے لیے ایک جامع اخلاقی نظام بھی پیش کرتی ہے۔ اس نظام میں تقویٰ، صبر، حسنِ ظن، خوداحتسابی، عفو و درگزر، احسان، خیر خواہی، اخوت، توبہ، اصلاحِ نفس اور اللہ تعالیٰ پر توکل بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت یعقوبؑ کا "صبر جمیل"، حضرت یوسفؑ کا عفت و تقویٰ، آزمائشوں میں استقامت، اقتدار کے مرحلے میں عدل و احسان اور بالآخر اپنے بھائیوں کو معاف کر دینا اس اخلاقی نظام کی عملی مثالیں ہیں۔

مجموعی طور پر تحقیق اس نتیجے تک پہنچتی ہے کہ سورۂ یوسف میں باہمی رقابت کے حوالے سے ایک جامع اخلاقی و اصلاحی منہج موجود ہے۔ یہ منہج انسان کو منفی رقابت سے مثبت مسابقت، حسد سے خیر خواہی، بدگمانی سے حسنِ ظن، انتقام سے عفو، خودغرضی سے ایثار اور انتشار سے اتحاد کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اس لیے سورۂ یوسف کے اخلاقی اصول نہ صرف فرد کی کردار سازی کے لیے اہم ہیں بلکہ خاندان، تعلیمی اداروں، پیشہ ورانہ تنظیموں اور وسیع تر معاشرے میں باہمی اعتماد، اخوت اور اجتماعی استحکام کے قیام کے لیے بھی مؤثر رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

آخر میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ سورۂ یوسف کا پیغام باہمی رقابت کو ختم کرنے کے بجائے اسے اخلاقی سمت دینے کا پیغام ہے۔ قرآن انسان کے فطری جذبۂ مسابقت کو خیر کے لیے استعمال کرنے اور اسے حسد و دشمنی سے محفوظ رکھنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اگر موجودہ مسلم معاشرہ صبر، تقویٰ، حسنِ ظن، اخوت، عفو و درگزر، خیر خواہی اور اجتماعی مفاد جیسے قرآنی اصولوں کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں عملی طور پر نافذ کرے تو باہمی رقابت کے منفی اثرات کو کم کیا جا سکتا ہے اور ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے جس میں مسابقت ترقی کا ذریعہ اور اختلاف اصلاح کا وسیلہ بن جائے۔

حوالہ جات

1۔ لویس معلوف، المنجد عربی اردو، ترجمہ عبدالحفیظ بلیاوی، خزینہ علم وادب لاہور، س ن، ص ۳۰۵

2۔ عبدالحفیظ بلیاوی، مصباح اللغات، عربی اُردو، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۱۹۹۹ء، ص ۲۹۷

3۔ وحید الزمان قاسمی کیرانوی، القاموس الجدید اردو عربی لغت، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۳۹۳

4۔ عبدالحکیم خان، نشتر جالندھری، قائد اللغات، حامد اینڈ کمپنی، لاہور، س ن، ص ۵۳۸

5۔ فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات، فیروز سنز، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۷۵۵

6۔ النساء(۴)۱

7۔ المائدہ(۵)۱۱۷

8۔ البقرہ(2)148

9۔ الحجرات(49)13

10۔ الفلق(113)05

11۔ النساء(4)54

12۔ یوسف(12)8

13۔ یوسف(13)9

14۔ الحجرات(49)12

15۔ البقرہ(2)188

16۔ محمد بن إسماعیل البخاري، صحیح البخاري، كتاب الأدب، باب ماینھی عن التحاسد والتدابر، حدیث رقم 6065

17۔ البخاری، محمد بن اسماعیل۔ صحیح البخاری۔ کتاب الإیمان، باب: من الإیمان أن یحب لأخیه ما یحب لنفسه۔ حدیث نمبر 13

18۔ المائدہ(5)2

19۔ یوسف(12)08

20۔ غزالی، محمد بن محمد، امام، تفسیر سورۂ یوسف، ترتیب و تدوین محمد حفیظ نیازی، فضل نور اکیڈمی، گجرات، ۱۹۷۰ء، ص ۳۵

21۔ یوسف(12)10-9

22۔ یوسف(12)08

23۔ یوسف(12)100

24۔ یوسف(12)18

25۔ الازہری، کرم شاہ، پیر، تفسیر ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۰۲ھ، ج ۲، ص ۴۱۷

26۔ یوسف (۱۲) ۲۳

27۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ۲۰۲۳ء، ج ۵، ص ۱۳۸

28۔ آل عمران (۳) ۱۲۰

29۔ یوسف (۱۲) ۹۱

30۔ فاروقی، عبد الحئ، مولانا، درسِ قرآن تیسری منزل، ادارہ اِصلاح و تبلیغ، لاہور، س ن، ص ۲۶۴

31۔ یوسف (۱۲) ۹۷

32۔ ابن کثیر، عماد الدین، حافظ، قصص الانبیاء، (مترجم سید محمد اسد اللہ اسد)، شبیر برادرز، ۲۰۱۴ء، ص ۲۹۰

33۔ یوسف (۱۲) ۹۸

34۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ۲۰۲۳ء، ج ۵، ص ۱۴۹

35۔ صلاح الدین یوسف، حافظ، قرآن کریم مع اردو ترجمہ و تفسیر، شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ پریس، مدینہ منورہ، س ن، ص ۶۶۹

36۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ۲۰۲۳ء، ج ۵، ص ۱۷

37۔ یوسف (۱۲) ۳۸

38۔ حجرات (۴۹) ۱۰

39۔ یوسف (12) 8

40۔ یوسف (12) 92

41۔ الحجرات (49) 12

42۔ یوسف (12) 55

43۔ الحجرات (49) 13

44۔ یوسف (12) 18